

”ساحل“ کے ان اعتراضات کے متعلق ہیں، جن کے بارے میں  
”اجتہاد“ کا یہ شمارہ منقص ہے]

## اعتراض

”خودی، دعا، آزادی سے ہمکنار ہونا، اپنے تجربات سے خودی کی تشکیل جیسے  
مباحث تمام کے تمام مغربی فلسفے سے اقبال مرحم نے مستعار لیے اور انہیں اپنے  
الفاظ میں اسلام کا پیر ہن عطا کرنے کی کوشش کی“ (ساحل، ص ۵۰)۔

## تصویر

علامہ اقبال کا مسئلہ یہ تھا کہ وہ متدالوں روایت علم کو اسلام کے علمی اثبات میں  
استعمال کرنا چاہتے تھے تاکہ دین کے ساتھ ضروری ہونی تعلق کے مرحلے پر ہن جدید  
معطل اور غیر مطمئن ہو کر رہ جائے۔ اسی طرح دین کی روحاں اور اخلاقی گہرائیوں  
کو وہ اپنے زمانے کے نفسیاتی اسالیب تبلیغ کے لئے مؤثر بنانے کی خواہش رکھتے  
تھے۔ اور عصر حاضر میں زندگی کے تمام شعبوں میں رونما ہونے والے مظاہر ترقی کو  
حیات اجتماعی کی فلاں کے اسلامی اصول تک پہنچنے کا ذریعہ بنانا چاہتے تھے۔ اس عمل  
میں انہیں مغرب یا جدیدیت سے تصادم مول یعنی کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ اس کی  
وجہ سے کچھ ناہمواریاں تو یقیناً پیدا ہوئی ہوں گی لیکن یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ اقبال کے  
دینی افکار مغربی فلسفے سے ماخوذ ہیں یا انہوں نے مغربی خیالات کو اسلامی لباس  
پہنادیا۔ دین اور دینی حقائق کو مرکز و مقصود بن کر کیا جانے والا کام اپنی جھوٹی بڑی  
اخلاط کے باوجود اس طرح کے اعتراض کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ اقبال کے اکثر مقاصد  
قفر مغرب کے لئے قطعاً جنی اور غیر مطلوب ہیں، ایسی صورت میں ان کی اساس فکر  
کو مغرب پر استوار قرار دینا ٹھیک نہیں ہے۔ البتہ اتنا کہا جاسکتا ہے کہ فکری غایت  
میں مغرب کے خلاف رخ پر ہونے کے باوجود ان کے نظام استدلال کا اکثر حصہ  
مغربی فلسفے کے اسالیب پر استوار معلوم ہوتا ہے۔

## اعتراض

شق اول۔ ”اقبال مرحم اجتہاد مطلق کے موید تھے۔“  
شق دوم۔ ”ترکی کے کمال مصطفیٰ اتنا ترک اور ترکی کی پارلیمنٹ جیسے کافران ملحدانہ  
اداروں سے اجتہاد کی تو قرار دینا اقبال مرحم کی فاش غلطی تھی۔“

شق سوم۔ ”اقبال نے نظر اور شاعری کے اشارات میں ان مجتہدین عصر پر لطیف طنز کیا  
ہے، جو علوم نقایہ میں رسوخ اور رسوخ فی الدین کے بغیر اجتہاد کے علمبردار بن گئے  
ہیں۔ لیکن انکی مذمت کرتے ہوئے، اقبال مرحم خود اپنے مقام کا جائزہ نہیں لیتے۔“

شق چہارم۔ ”اگر مسلمان تاتاری غلبے سے اجتہاد کے بغیر کل سکتے ہیں تو مغربی  
تہذیب کے غلبے سے نکلنے کے لئے صرف اور صرف اجتہاد پر زور دینے کی کیا  
ضرورت ہے۔“

شق پنجم۔ قدیم علماء نے اجتہاد کے لئے جو شرائط کیں وہ اقبال مرحم کو عصر حاضر

# خطبہ اقبال اور ”وہ ساحل“ ۲)

احمد جاوید

(محترم احمد جاوید صاحب نے چار نکات کی صورت میں ”ساحل“ کے  
بعض اعتراضات کا خلاصہ اور پھر ان پر اپنا تبصرہ پیش کیا ہے)

- الف) اقبال کے نظریات میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔
- ب) اقبال نے اشیاء اور کائنات میں ابدی سکون کی نفی کی۔
- ج) اقبال کی نظریہ میں کائنات مسلسل تخلیق کا عمل ہے اور اس عمل کے ذریعے  
سے اس کے ارتقا کی منزلیں طے ہو رہی ہیں۔
- د) خدا بھی مسلسل تخلیق ہو رہا ہے۔

ان اعتراضات پر ہمارا نمبر وار تبصرہ یہ ہے:

الف) اقبال کی اہم اور بنیادی اصطلاح نہیں ہے تاہم اصول حرکت کے نام سے انہوں نے جو باتیں کی ہیں انہیں Dynamism کی قبیل میں رکھا جاسکتا ہے۔

ب) پہلے یہ دیکھ لینا چاہئے کہ اشیا اور کائنات میں ابدی سکون کا اثبات کون کرتا ہے؟ قرآن تو بہر حال نہیں کرتا۔ اس ابدی سکون کو مان یعنی ممکن کی تعریف باطل ہو جائے گی اور کائنات مغلوق نہیں رہے گی۔ اقبال نے اگر اس ابدی سکون کی نفی کی ہے تو گویا قرآن کی ترجمانی ہے۔

ج) کائنات اگر مسلسل تخلیق کا عمل نہ ہو تو اس کا لازمی مطلب یہ ہو گا کہ سب کچھ ایک ہی آن میں تخلیق کر کے خدا نے خود کا کائنات سے الگ کر لیا ہے، یعنی روایتی اصطلاح میں تطبیل اختیار کر لی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم جزیات کو بھی محیط ہے۔ یہ عقیدہ ہی اس بات کو واجب کرتا ہے کہ یہ بھی مانا جائے کہ جزویات کا خالق بھی ہے۔ یعنی اس کا فعل تخلیق مسلسل ہے اور اللہ کا فعل لما یورید ہونا بھی یہی دلالت رکھتا ہے۔

د) اس خیال کو کہ خدا خود بھی تخلیق ہونے کے عمل سے گزر رہا ہے، اقبال سے منسوب کرنا خلاف دیانت ہے۔ اپنے فلسفہ حرکت کے بیان میں اقبال جب خدا کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں تو اس میں کئی الجھنیں سراہنگی ہیں لیکن ان میں سے کوئی غلطی قاری کو یہاں تک نہیں پہنچاتی کہ وہ یہ باور کر سکے کہ اقبال یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ معاذ اللہ خدا یعنی غالق بھی مسلسل تخلیق ہو رہا ہے۔ بد عقیدگی سے صرف نظر، یہ اتنا مہمل تصور ہے کہ اس کی نسبت اقبال ایسے آدمی کی طرف کی ہی نہیں جاسکتے۔

[یہاں احمد جاوید صاحب کے ان جوابات کو نقل کیا جا رہا ہے جو

کے فرد میں نظر نہ آئیں، تو انہوں نے اجتماعی اجتہاد اسمبلی کے ذریعے کرنے کا اجتہاد فرمایا، جب شرائط اجتہاد فرد میں نہیں پائی گئیں تو اسمبلی میں کیسے اکٹھے ہو سکتی ہیں؟ سو صفر اکٹھے ہو کر ایک کیسے بن سکتے ہیں، (ساحل، ص ۱۵)۔

## تبصرہ شق اول

اور دین کے تہذیبی مظاہر کو ایک جامد قانونی دائرے میں محصور کر کے علماء نے اپنے آپ کو زندگی کے حقیقی مسائل سے اتعلق کر رکھا تھا۔ اقبال کا مطہر نظر یہ تھا کہ اسلام مسلمانوں کے لئے واحد وجودی اساس بن کر اپنی نفیسیتی اور تہذیبی اقدار عملی قائم کرے اور دین کا ثبات پوری طرح حکم اور حکموڑ رہتے ہوئے ہر طرح کی تبدیلی اور تغیر کا مدار بن جائے۔ اس کیلئے اور چیزوں کے علاوہ ایک ایسی قوت بھی درکار تھی جو روایتی مذہبیت کو اس کے مخjur آثار سمیت ختم کر دے۔ ایک نیا اور زندہ نظام اقدار تخلیل دے سکے اور دین کو تہذیب بخوبی کے عمل میں پھر سے متحرک اور موثر بناسکے۔ اتنا ترک سے ما یوس اور بے زار ہو جانے کے بعد بھی اقبال اپنے اس آدراش سے دستبردار نہیں ہوئے۔ اب اگر کسی کو تقدیر کرنی ہے تو اس تصور پر کرے، اس تصور کی بیانیا پر پیدا ہونے والی کسی عارضی خواہش پر نہیں۔

## تبصرہ شق سوم

معترض نے یہ بات نظر انداز کر دی ہے کہ اقبال نے اجتہاد کی ضرورت کا دعویٰ کیا ہے، خود مجتہد بنے کی کوشش نہیں کی ہے۔ اجتہاد کی وکالت کرنے کیلئے مجتہد ہونے کی شرط لانا نہیں بات ہے۔ اجتہاد کی صلاحیت علیحدہ چیز ہے جو یقیناً اقبال میں نہیں پائی جاتی اور اجتہاد کی ضرورت محل ادراک دوسرا کی پیچیزہ ہے، جو غیر مجتہد میں بھی ہو سکتی ہے۔

## تبصرہ شق چہارم

یہ بہت سطحی خیال ہے۔ اس کے جواب میں پلٹ کر کہا جاسکتا ہے کہ تاتاریوں کا جملہ ہی اس وجہ سے ہوا تھا کہ مسلمانوں میں اجتہادی روح مردہ ہو چکی تھی۔ تاتاریوں سے مغلوب ہونا بڑی بات ہے نہ کہ ان کے غلبے سے نکل آنا۔ بہر حال اس بحث میں پڑنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس طرح کے موقف حقیقت کو سمجھنے میں رکاوٹ اقبال کا تصور اجتہاد، صحیح یا غلط، یہ ہے کہ حالات کی تبدیلی دین کی نئی اور موثر قانونی تغیر کی متضادی ہے اور شریعت اس تقاضے کو قبول کرتی ہے۔ فقر شریعت ہی کی تغیر کا نام ہے اور تغیر میں تبدیلی کے امکان کو بروئے کارن لانا اسے نفس شریعت کی حیثیت دینے کے مترادف ہے۔ اقبال کی رائے میں پرانی فقہ زندگی کے نئے مطالبات کا جواب نہیں دے سکتی۔ اس کے لئے تفہم کے عمل کا آزادانہ مگر یہ تو تسلی ناگزیر ہے۔ ورنہ دین اور زندگی میں تعلق کا کوئی حقیقتی وسیلہ باقی نہیں رہے گا۔ خود ہماری صورت حال روز بروز اتنی پیچیدہ اور منحصر بر غیرہ ہوتی جا رہی ہے کہ قیاس فقہی کے قدیم متنازع اب ان طبقوں کو بھی غیر متعلق اور ناقابل عمل لگنے لگے ہیں، جو دین داری کی کلائیکی روایت سے الگ ہونا کسی قیمت پر پسند نہیں کرتے۔ قانون اگر زندگی کے واقعی مؤشرات کا احاطہ نہ کرے تو اس کی پابندی سے محض احساس جر پیدا ہو گا، جو اطاعت کے دینی داعیے کو ختم کر کے رکھ دے گا۔ اس مصلحت (یعنی روح اطاعت دوام) کو اگر تقلید کے تسلیل سے پورا کیا جاسکتا ہو تو غالباً اقبال کی طرف سے بھی اجتہاد پر کوئی ایسا اصرار معلوم نہیں ہوتا کہ گویا یہ ایک دینی فریضہ ہے۔

○ جناب احمد جاوید اقبال اکیڈمی کے ڈپٹی ڈائریکٹر ہیں۔

اجتہاد پر اقبال کا اصرار اب اکثر علماء کے ہاں بھی کسی نہ کسی ڈھنڈ سے نظر آنے لگا ہے۔ جہاں تک اجتہاد مطلق کا معاملہ ہے، اس میں اقبال نے غلطی ہوئی۔ اس غلطی کی شدت اس وقت اور بڑھ جاتی ہے، جب ہم دیکھیں کہ اقبال کے ہاں اجتہاد مطلق اپنے حالات کے موافق دین کو ایک بالکل نئی تغیر دینے کے لئے ہوتا ہے۔ اقبال کے ہاں اجتہاد کا دائرہ محض قانونی امور پر محدود نہیں رہتا بلکہ شریعت کی ان قوتوں اور مصلحتوں کا بھی احاطہ کرتا ہے، جن کی بنیاد پر مسلم تہذیب متفکل ہوتی ہے۔ وہ اجتہاد سے ایک آدرشی، انقلابی توقعات وابستہ کر لیتے ہیں، جس کی وجہ سے عملی جہت میں کئی دشواریاں پیدا ہو جاتی ہیں ورنہ سامنے کی بات ہے کہ مسلم ریاست میں قانون سازی کا عمل بالآخر اجتہاد مطلق تک ہی پہنچتا ہے۔ لیکن اس میں اجتہاد مطلق کا پانچ صد نہیں بنایا جاتا۔ بلکہ محض بعض نئی ضرورتوں کو شریعت کے تحت لانے کے لئے ریاست کے کمل اختیار کو کام میں لایا جاتا ہے۔ ریاست سطح پر قانون سازی کا عمل ظاہر ہے کچھ اداروں ہی کی طرف سے ہو گا۔ اقبال کی نظر میں وہ ادارہ پارلیمنٹ ہے۔ اب اگر پارلیمنٹ علم، مراجح اور کردار کے دینی معیارات پر پوری نہیں اترتی، تو پارلیمنٹ کو درست کرنا چاہیے، اقبال کی اس تجویز پر برج حکم سے کیا حاصل؟

## تبصرہ شق دوم

یہ درست ہے کہ اقبال نے ترکی کے انقلاب سے بڑی بڑی توقعات باندھ لیں، لیکن جب مصطفیٰ نماں پاشا کے بعض اقدامات سامنے آئے تو خود اقبال ہی نے مایوسی کا اظہار کیا۔ ترکی سے اقبال کی کوشش گمانی کا ایک پس منظر ہے اسے نظر انداز نہیں کرنا پا چاہئے۔ اقبال مسلمانوں کی ہیئت اجتماعی میں جس طرح کی بنیادی اقداری تبدیلیوں کے آزاد مدنده اس کے لئے جس انقلابی قوت کی ضرورت تھی وہ اتنا ترک کی قیادت میں ترکوں نے دکھادی۔ جدید ترکی کے انقلاب کی کامیابی بلاشبہ عالم اسلام پر چھائے ہوئے اضمحلال اور مایوسی کا ازالہ معلوم ہوتی تھی اور ایک اقبال ہی نہیں اس دفت کی مسلم دنیا میں سیاسی اور انقلابی فکر رکھنے والے اکثر اصلاح پسند اور دانشوروں نے اس انقلاب سے بہت سی امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں۔ دیکھنا یہ چاہئے کہ جب اس انقلاب کے واقعی مقاصد عملی شکل میں سامنے آئے تو علماء کا درعمل کیا تھا؟ اسی کو ان کی حتمی رائے سمجھنا چاہئے۔ اس مسئلہ کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اقبال روایتی مذہبیت اور اس کے تمام اداروں سے ما یوس ہو چکے تھے۔ یہ ادارے مسلم سوسائٹی میں اقدار سازی کا کام کرنے کی بجائے معاشرے میں تبدیل ہونے کی روحاںی اور اخلاقی امنگ کو دبانے کا سب سے بڑا ذریعہ بن چکے تھے۔ اسلام کے ساتھ وابستگی، تبدیلی ہوئی حالات کو روکنے کے لیے کسر طرح اپنی گرفت میں رکھ سکتی ہے، اس کا کوئی تصور روایتی مذہبی ذہن میں موجود نہ تھا۔ دین کے فقہی مظاہر پر اتفاق کر لی گئی تھی